سید مشکور حسین یاد کی مزاح نگاری

عامرہ رسول

Amira Rasool

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

The tradition of satire and humor is very old in Urdu we find the earliest traces of satire and humor in the form of poems, But at the same time we find example of satire in fiction, The first name in the Urdu comedy is Jaffar Zatli, After that Muhammad Rafi Soda, Ghalib, Imtiaz Ali Taj, Manto, Patras Bukhari, Mushtaq Yousfi and Dr. Younas Butt etc. are found, Syed Mashkoor Hussain Yaad is also an important name in Urdu satire and comedy his humorous writings are very important and puts them in the ranks of prominent Urdu comedians.

اُردو میں طنز و مزاح کی روایت خاصی قدیم ہے۔ اُردو میں طنز و مزاح کے ابتدائی آثار ہمیں نظم کی صورت میں ملتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ داستانوی ادب میں بھی ہمیں طنز و مزاح اور ظرافت کے نمونے مل جاتے ہیں۔

طنز میں برہمی اور نفرت کے ساتھ ساتھ سرزنش کا انداز ہ بھی موجود ہوتا ہے۔ طنز نگار ہنسانے کے ساتھ ساتھ رلاتا بھی ہے اور حساس دلوں کو دولت احساس بھی عطا کرتی ہے۔ نیز سوچ کے کئی نئے در بھی وا کرتی ہے اور زندگی کا از سرِ نو جائزہ لے کر حالات کے تغیر و تبدل کی تحریک بھی پیدا کرتا ہے۔ طنز و مزاح کے حوالے سے ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

> ''طنز کا رخ ہمیشہ باہر کی طرف ہوتا ہے اور سدا جذبۂ افتخار سے لیس ہو کر حملہ زن ہوتی ہے۔ طنز انسان کو ایک متوازن اور معتدل رویہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ دوسری طرف مزاح فرد کی ذات کے شخصی رخ کی دین ہے۔ یہ اس وقت جنم لیتا ہے جب شخصیت زمانے سے متصادم ہونے کی بجائے اس سے ہم آہنگ ہوتی ہے۔''(۱)

مختلف مزاح نگار اپنی تحریروں میں مزاح پیدا کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں مثلاً دو چیزوں کی بیک وقت مشابہت اور تضاد سے مزاح پیدا کیا جاتا ہے۔ زبان و بیان کے مختلف حربے مثلاً رعایت لفظی یا لفظی تکرار سے مزاح پیدا کیا جاتا ہے۔ اس طرح مزاحیہ صورت حال کو بیان کر کے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بعض اوقات کسی مزاحیہ کردار کی مضحکہ خیز حرکات کو موضوعِ بحث بنا کر مزاح پیدا کرنے کی کاوش کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں پیروڈی یا تحریف سے بھی مزاح پیدا کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات لفظوں کو بگاڑ کر، مروجہ املا سے برخلاف لکھ یا دوسری زبانوں کے الفاظ کے ذریعے بھی مزاح پیدا کیا جاتا

ہے۔مزاح کے مختلف پہلوؤں کے حوالے سے ڈاکٹر نجیب جمال لکھتے ہیں:

> ''ہنسنے ہنسانے کے مختلف روپ اور مدارج ہیں۔ مثلاً مسکراہٹ قہقہہ، خندۂ زیرلب اور زہر خند وغیرہ مدارج کے ذیل میں آتے ہیں۔ جبکہ ہجو، پھبتی، پھکڑ پن، ہزل، مزاح، طنز، ظرافت، لطیفہ گوئی، رمز، ریختی، چٹکلہ بازی، بذلہ سنجی اور پیروڈی وغیرہ ہنسنے ہنسانے کے مختلف روپ اور اصطلاحی نام ہیں۔لیکن ظرافت کا دائرہ محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ بات یا عمل جس سے قاری، سامع یا ناظر کی حسِ مزاح حرکت میں آتی ہے، ظرافت کے ذیل میں آتی ہے۔''(۲)

اُردو میں مزاح نگاری کی روایت کا جائزہ لیں تو اس سلسلے میں سب سے پہلا نام جعفر زٹلی کا نظر آتا ہے۔انھوں نے سب سے پہلے اُردو ادب کو طنز ومزاح سے روشناس کروایا۔ان کی کہی ہوئی ہجویات اور ہزلیات اُردو میں طنز ومزاح کے اولیں نقوش کی حیثیت رکھتی ہیں۔اس طرح اشرف فغاں اور مرزا محمد رفیع سودا کے ہاں بھی ہمیں طنزیہ ومزاحیہ عناصر کی جھلک نظر آتی ہے۔اُردو نثر میں طنز ومزاح کے ابتدائی آثار ہمیں اُردو داستانوں میں دکھائی دیتے ہیں۔داستان امیر حمزہ، بوستان خیال اور فسانۂ عجائب میں طنز ومزاح کی جھلکیاں بکثرت موجود ہیں۔اُردو داستانوں کے بعد مرزا غالب کے خطوط نے بھی اُردو طنز ومزاح کی روایت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔

مرزا غالب کے بعد مولوی نذیر احمد کے ناولوں میں بھی مزاح کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔انھوں نے زندگی کے مضحک واقعات سے بھی مزاح پیدا کیا ہے اور مختلف کرداروں (مثلاً مرزا ظاہر دار بیگ) سے بھی۔سرسید کے ہاں بھی مزاح کی ہلکی سی جھلک بعض تحریروں میں نظر آتی ہے۔رتن ناتھ سرشار کے ہاں بھی طنز ومزاح کے عناصر موجود ہیں۔مگر ان کے ہاں طنز زیادہ اور مزاح کم ہے۔ان کے ہاں مزاح سطحی قسم کا ہے اور اس کے اندر گہرائی موجود نہیں ہے۔انھوں نے مزاح کے لیے زیادہ تر ضلع جگت، پھبتی، اشعار کی تحریف اور لفظوں کے الٹ پھیر سے کام لیا ہے۔

اُردو نثر میں طنز ومزاح کے حوالے سے ۱۸۷۷ء کا سال بہت اہم ہے۔اس سال معروف طنزیہ ومزاحیہ رسالہ ''اودھ پنچ'' جاری ہوا۔اس رسالے سے وابستہ مزاح نگاروں میں منشی سجاد حسین، تربھون ناتھ ہجر، جوالا پرشاد برق، مچھو بیگ ستم ظریف اور نواب سید محمد آزاد کے اسماء خاص طور پر اہم ہیں۔اس رسالے میں چھپنے والی تحریروں کا ادبی معیار بلند نہ تھا۔مگر اس رسالے نے اُردو طنز ومزاح کی روایت کو آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔اودھ پنچ کے ساتھ ساتھ اس دور میں ریاض خیر آبادی نے ''فتنہ'' اور ''عطرِ فتنہ'' کے نام سے دو ہفتہ وار اخبار جاری کیے۔ان اخبارات میں مزاحیہ کلام بھی چھپتا تھا اور مختصر نثر کے شوخ اور ظریفانہ مضامین بھی شائع ہوتے تھے۔

سعادت حسن منٹو جہاں افسانے کے بے تاج بادشاہ تھے وہیں ان کے ہاں طنز ومزاح سے بھرپور مضامین بھی موجود ہیں۔''چچا سام کے نام پانچواں خط'' ان کی معروف طنزیہ تحریر ہے جس میں امریکہ پر طنز کی گئی ہے۔ان کے دیگر طنزیہ ومزاحیہ مضامین میں مزاح کی چاشنی پوری طرح موجود ہے۔

اُردو مزاح کے حوالے سے سب سے معروف نام پطرس بخاری کا ہے۔انھوں نے کم لکھا مگر جو لکھا وہ فن کی معراج ہے۔وہ مزاح لکھتے وقت بھی سنجیدگی اور اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ان کی تحریروں میں اول تا آخر مزاح کی چاشنی

ہے۔ان کے ہاں طنز کی نشتریت اور زہرنا کی موجود نہیں۔ان کا ظریفانہ انداز سب سے منفرد اور یگانہ ہے۔وہ صاحبِ اسلوب مزاح نگار کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ان کی کتاب ’’پطرس کے مضامین‘‘ صاحبِ طرز مختصر ہونے کے باوجود اُردو کے طنزیہ ومزاحیہ ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔پطرس بخاری کی اُردو مزاح نگاری کے حوالے سے خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ڈاکٹر ملک حسن اختر لکھتے ہیں:

> ’’پطرس کی مزاح نگاری مغرب سے روشنی حاصل کرتی ہے۔۔۔۔پطرس نے مزاح واقعات سے پیدا کیا ہے۔ان کے کردار کسی ایسے واقعے سے الجھ جاتے ہیں جو انھیں مضحکہ خیز بنا دیتا ہے۔مثلاً ’’میں ایک میاں ہوں‘‘، ’’مرید پور کا پیر‘‘، ’’مرحوم کی یاد میں‘‘، اور’’ سویرے جو کل آنکھ میری کھلی‘‘ کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ان مضامین میں ایسے واقعات بیان ہوئے ہیں جو ہمیں ہنسنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔پطرس نے واقعات کے علاوہ اُسلوب، مبالغہ اور موازنہ سے بھی مزاح پیدا کیا ہے مگر واقعاتی مزاح ہی ان کا خاص حربہ ہے۔‘‘(۳)

رشید احمد صدیقی کا کام بھی اُردو مزاح نگاری کے حوالے سے ایک اہم کام ہے۔رشید احمد صدیقی کو علی گڑھ سے عشق تھا لہٰذا ان کی تحریروں کا محور و مرکز علی گڑھ ہی ہے۔ان کا مزاح سطحی نہیں ہے بلکہ اس کے اندر سنجیدگی اور گہرا حکیمانہ شعور پایا جاتا ہے۔وہ زندگی کا گہرا شعور رکھتے تھے۔انھوں نے طنز و مزاح اور ظرافت کو اعلیٰ انسانی اقدار کے فروغ کے لیے استعمال کیا۔ان کے ہاں ہنگامی واقعات اور افراد کا ذکر کثرت سے ہے۔وہ الفاظ اور واقعات دونوں سے مزاح پیدا کرنے پر قدرت رکھتے تھے۔وہ بات سے بات پیدا کرنے کا فن بھی پوری طرح جانتے تھے۔رشید صدیقی کی مزاح نگاری کے حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر نے ان خیالات کا اظہار کیا ہے:

> ’’رشید احمد صدیقی کے فن کو ’’سنجیدہ ظرافت نگاری‘‘ کا نام دیا جا سکتا ہے اور اس ضمن میں شاید ہی کوئی ان کا حریف ثابت ہو سکے۔اسی طرح انھیں بین السطور بات کہہ جانے کی خصوصی مہارت حاصل ہے۔۔۔۔۔شاعری کی مانند اگر نثر میں سہل ممتنع کی مثال پیش کرنی ہو تو بلاشبہ رشید احمد صدیقی کے طنز و مزاح کا نام لیا جا سکتا ہے۔‘‘(۴)

ان مزاح نگاروں کے علاوہ بھی بہت سے قلم کار ایسے تھے جنہوں نے اپنی تحریروں سے قارئین کو حظ، مسرت اور مسکراہٹوں کی دولت عطا کی۔ان مزاح نگاروں میں ابراہیم جلیس، ابنِ انشا، محمد خالد اختر، کرنل محمد خاں، جسٹس ایم۔آر۔کیانی، اے حمید، مشتاق احمد یوسفی، مشکور حسین یاد، احمد جمال پاشا، نصر اللہ خاں، قدرت اللہ شہاب، احسان ملک، ممتاز مفتی، کنہیا لال کپور، فکر تونسوی، عطاء اللہ قاسمی، ڈاکٹر یونس بٹ اور ڈاکٹر تنویر حسین کے اسما شامل ہیں۔

مشتاق احمد یوسفی نے سنجیدہ مزاح نگاری کے حوالے سے نام پیدا کیا۔ان کا مزاح زندگی کی ناہمواریوں اور کرداروں کی بدحواسیوں سے پیدا ہوتا ہے۔اس کے ساتھ سماجی و سیاسی اور معاشرتی اقدار کا زوال بھی ان کا خاص موضوع ہے۔

عطاء الحق قاسمی کی تحریروں میں بھی طنز کم اور شگفتگی و تازگی اور مزاح و ظرافت کے عناصر کی فراوانی ہے۔’’آل پاکستان حقہ ٹورنامنٹ‘‘، ’’دھوتی، دھوتی ہے‘‘، ’’نیچے ہی نیچے‘‘، ’’اوپر ہی اوپر‘‘، ’’زیرِ تربیت خوشامدی‘‘، ’’تعزیتی شذرے‘‘ اور’’ ہنسنے پر پابندی‘‘ وغیرہ خاصے کی چیز ہیں۔عطاء الحق قاسمی نے ہمارے معاشرتی رویوں کو مزاحیہ انداز میں بیان کیا ہے۔علاوہ ازیں مختلف

کرداروں کی غائب دماغی اور حماقتوں کو بھی اظہارِ خیال کا ذریعہ بنایا ہے۔ دورِ حاضر میں ڈاکٹر محمد یونس بٹ نے طنز و مزاح کے حوالے سے خوب شہرت حاصل کی ہے۔ انھوں نے ایک طرف تو معاشرتی رویوں کو اظہارِ خیال کا ذریعہ بنایا ہے جب کہ دوسرے طرف مختلف کرداروں کی حرکات و سکنات اور گفتگو سے بھی مزاح پیدا کیا ہے۔

ان مزاح نگاروں کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت سے اہلِ قلم شگفتہ تحریریں لکھ رہے ہیں اور قارئین کے لیے مسکراہٹوں کا سامان کر رہے ہیں۔ اُردو طنز و مزاح کا سفر جاری ہے اور آئندہ بھی بہت سے نئے لکھنے والے اس صنف ادب کو اپنے قلم سے پروان چڑھاتے رہیں گے۔ اُردو مزاح نگاروں کے ہاں ہمیں موضوعاتی سطح پر تنوع دکھائی دیتا ہے۔ ان کے ہاں جمود نہیں ہے بلکہ انھوں نے بدلتے ہوئے سیاسی و سماجی حالات اور معاشرتی رویوں کے مطابق اپنے موضوعات کو ترتیب دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اُردو طنز و مزاح ہمیں مسلسل اپنے ارتقائی سفر کی طرف گامزن دکھائی دیتا ہے۔

اُردو طنز و مزاح کے حوالے سے سید مشکور حسین یاد کا نام بھی ایک اہم نام ہے۔ ان کے ہاں انشائیوں میں بھی تازگی و شگفتگی کے عناصر دکھائی دیتے ہیں مگر ان کی مزاحیہ تحریریں بھی اپنی جگہ بہت اہم ہیں اور انھیں اُردو کے ممتاز مزاح نگاروں کی صف میں لا کھڑا کرتی ہیں۔ مشکور حسین یاد نے بھی دوسرے مزاح نگاروں کی طرح ہمارے معاشرتی رویوں کو اپنا موضوع تحریر بنایا ہے۔ علاوہ ازیں وہ اپنی ذات کو ہدفِ مزاح بنا کر قارئین کے لیے ہنسی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ان کے ہاں عمومی گھریلو زندگی اور اس کی مختلف صورتوں کے حوالے سے خوبصورت مزاحیہ تحریریں موجود ہیں۔ عام گھریلو زندگی اور اس کے معمولات کو جس انداز میں انھوں نے مزاح کے رنگ میں رنگ کر پیش کیا ہے وہ انھی کا حصہ ہے۔ دوسرے مزاح نگاروں کے ہاں یہ انداز کم دکھائی دیتا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے ہاں ہمیں ہمارے مختلف معاشرتی رویوں کی کجی پر طنز بھی دکھائی دیتا ہے۔ مختلف سرکاری، اداروں اور ان سے وابستہ افراد کے رویوں، کام چوری، رشوت، افسرانِ بالا کی خوشامد، افسرانِ بالا کا کبر و نخوت ان کے اہم موضوعات ہیں۔ انھوں نے ان موضوعات پر کھل کر اظہارِ خیال کیا اور قارئین کے لیے مسرت اور مسکراہٹوں کا ڈھیروں سامان کیا۔ ان کی طنزیہ و مزاحیہ تحریروں پر مشتمل ان کی کتب ''دشنام کے آئینہ میں''، ''اپنی صورت آپ تماشا کہیں جسے''، ''ولاحول ولاقوۃ''، ''ستم ظریف''، ''ستارے چھپاتے ہیں'' شائع ہو کر قارئین اور معاصر اہل قلم سے سند قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کی طنزیہ و مزاحیہ تحریروں کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

سید مشکور حسین یاد نے اپنی تمام مزاحیہ کتابوں کو بعد ازاں ''تماشا کہیں جسے'' کے عنوان سے اکٹھا کر دیا۔ اس کتاب میں ان کی تمام طنزیہ و مزاحیہ کتب شامل ہیں۔ یہ کتاب پہلے پولیمر پبلی کیشنز، اُردو بازار، لاہور اور بعد ازاں نومبر ۲۰۰۹ء میں کلاسیک لاہور نے شائع کی۔ کتاب کے کل صفحات کی تعداد نو سو اٹھاون (۹۵۸) ہے۔

سید مشکور حسین یاد کے مزاحیہ کلیات میں شامل پہلا مجموعہ ''دشنام کے آئینہ میں'' ہے۔ اس کتاب میں کل بائیس (۲۲) طنزیہ و مزاحیہ مضامین شامل ہیں۔

سید مشکور حسین یاد کی طنزیہ و مزاحیہ کتاب ''دشنام کے آئینہ میں'' کے مضامین میں طنز کا عنصر نمایاں ہے۔ انھوں نے ایک طرف تو اخلاقی قدروں کے زوال پر طنز کیا تو ہے دوسری طرف ہمارے دفاتر کے ماحول اور وہاں کام کرنے والے لوگوں کے رویوں پر طنز کیا ہے۔ ان کے طنز کی کاٹ بہت گہری ہے۔ اس طنز کے پسِ پردہ دراصل اصلاح کا پہلو کارفرما ہے۔ انھوں نے ان مضامین میں جگہ جگہ اپنی ذات کو بھی شامل کیا ہے اور اپنی ذات کو ہدفِ مزاح بنا کر انھوں نے جس ظرف کا ثبوت دیا ہے

وہ خال خال ہی نظر آتا ہے۔ان کی تحریریں ہمیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہیں۔وہ خود لکھتے ہیں:

> ''میری طنز ومزاح کا نشانہ میری اپنی ذات ہے۔اس لیے کسی پر ہنسنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور چونکہ اس میں قاری کسی طرح بھی طنز ومزاح کا نشانہ نہیں بنتا، اس لیے قاری کو میری یہ تحریریں پڑھ کر ایک انداز سے اپنے بلند ہونے کا احساس ہوگا۔ پھر مزید لطف کی بات یہ ہے کہ میری ان تحریروں میں کوئی تحریر بھی ایسی نہیں ہے جو آپ کو سوچنے سمجھنے پر نہ اکسائے یا ایک طرح مجبور نہ کرے۔''(۵)

سید مشکور حسین یاد کی طنزیہ ومزاحیہ تحریروں کا دوسرا مجموعہ ''اپنی صورت آپ'' ہے۔اس کتاب کا انتساب انھوں نے اپنے والد سید افضال حسین کے نام کیا ہے۔اس کتاب میں ان کے بارہ (۱۲) طنزیہ ومزاحیہ مضامین شامل ہیں۔

سید مشکور حسین یاد کی یہ کتاب خالصتاً مزاحیہ مضامین پر مشتمل ہے۔اس میں طنز نام کو موجود نہیں۔ان مضامین میں بات سے بات پیدا کرنے کا ہنر ہر جگہ کارفرما نظر آتا ہے۔مصنف کا قلم مزاح سے بھرپور جملے لکھتا چلا جاتا ہے اور قاری لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ زندگی کا نئے رخوں سے جائزہ بھی لینا شروع کر دیتا ہے۔

مشکور حسین یاد کے طنزیہ ومزاحیہ مضامین کا تیسرا مجموعہ ''تماشا کہیں جسے'' ہے۔اس مجموعے میں ان کے تیرہ (۱۳) طنزیہ ومزاحیہ مضامین شامل ہیں۔اس مجموعے کا دیباچہ انھوں نے خود تحریر کیا ہے۔اپنی طنزیہ مزاحیہ تحریروں کے حوالے سے اس مجموعے کے دیباچے میں یاد صاحب لکھتے ہیں:

> ''میں بنیادی طور پر انشائیہ لکھتا ہوں۔میں نے طنزیہ اور مزاحیہ مضامین تو منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے لکھنا شروع کیے تھے۔لیکن اب یوں لگتا ہے جیسے ذائقہ بدلنے کے عمل نے کچھ زیادہ ہی طول کھینچ لیا ہے اور طنز ومزاح کا سلسلہ ہے کہ ختم ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔۔۔۔۔انشائیہ لکھتے وقت مجھے سوچ بچار سے کام لینا پڑتا ہے۔طنزیہ اور مزاحیہ مضامین کے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں۔یہ تو میں عموماً قلم برداشتہ لکھتا ہوں۔ادھر میرے ساتھ کوئی مضحکہ خیز صورت حال پیش آئی اور ادھر کھٹاک سے ایک مزاحیہ مضمون صاحب پیدا ہوگئے۔''(۶)

سید مشکور حسین یاد کے طنز ومزاح مضامین کا ایک اور مجموعہ لاحول ولاقوۃ اور ستارے چہچہاتے ہیں نام سے شائع ہوئے ہیں۔

سید مشکور حسین یاد کی طنزیہ ومزاحیہ تحریروں کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے ہاں طنز کی نشتریت بھی موجود ہے اور مزاح کی شگفتگی اور تازگی بھی۔ان کی پہلی کتاب میں طنز کی کاٹ نمایاں ہے جب کہ بعد کی کتب میں طنز کم ہوتا چلا جاتا ہے اور مزاح کی چاشنی بڑھتی جاتی ہے۔وہ مزاح پیدا کرنے کے لیے مضحک کرداروں اور مضحک صورتحال کا انتخاب کرتے ہیں۔علاوہ ازیں وہ عام زندگی کے واقعات، گھریلو زندگی، مختلف تقریبات وغیرہ میں بھی مضحک پہلو نہ صرف تلاش کر لیتے ہیں بلکہ انھیں خوبصورتی سے بیان کرنے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔ان کی مزاحیہ تحریروں کے حوالے سے بہت سے اہل قلم نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور یاد صاحب کی طنزیہ ومزاحیہ تحریروں کو سراہا ہے۔ان کا مزاحیہ اسلوب ایک خاص رنگ لیے ہوئے جو صرف ان کی ذات سے مخصوص ہے۔خصوصاً جہاں وہ اپنی ذات کو ہدف مزاح بناتے ہیں یہ انداز منفرد ہے۔دوسرے مزاح

نگاروں کے ہاں یہ رویہ اس انداز سے دکھائی نہیں دیتا۔ یاد صاحب کے ہاں مزاح تفریحِ طبع کے ساتھ ساتھ اصلاحِ احوال کا ایک کارگر ہتھیار بھی ہے۔ وہ مزاح کے ذریعے اصلاح کا پیغام قارئین تک پہنچاتے ہیں۔ مشکور حسین یاد کی مزاح نگاری کے حوالے سے ڈاکٹر فوزیہ چوہدری لکھتی ہیں:

> ''مشکور حسین یاد کے ہاں مزاح تفریح کا ذریعہ بعد میں ہے، اصلاح مقصد پہلے، گویا ان کا پیغام پہلے قاری تک پہنچتا ہے اور تفریح بعد میں۔ دراصل مشکور ہمیں اس صورتحال پر ہنسنے کا موقع فراہم کرتے ہیں جو دراصل ہمارے لیے رونے کا مقام ہوتا ہے۔ عموماً اس صورتحال کے لیے مزاح نگار طنز کا سہارا لیتے ہیں لیکن مشکور حسین یاد نے یہ کام بھی مزاح کے ذریعے کیا ہے۔ انھوں نے مزاح کو طنز کی نشتریت سے آلودہ کیے بغیر معاشرے کی اصلاح کے لیے بڑی خوبی سے استعمال کیا ہے۔'' (۷)

سید مشکور حسین یاد کی مزاح نگاری کے حوالے سے احمد ندیم قاسمی نے ان خیالات کا اظہار کیا ہے:

> ''ایک مزاح بلا واسطہ ہوتا ہے، ایک بالواسطہ ہوتا ہے پہلی قسم کا مزاح براہِ راست وار کرتا ہے مگر دوسری قسم کا مزاح پڑھنے اور سننے والوں کے اندر شگفتگی کی کلیاں سی چٹکاتا ہے اور قاری کی شخصیت میں نفوذ کر کے اسے زندگی کے روشن پہلوؤں سے حظ اندوز کرتا ہے۔ سید مشکور حسین یاد کا مزاح دوسری قسم کا ہے۔ تیز اور نوکیلا مگر فرحت انگیز اور راحت بخش۔ یہ وہ مزاح ہے جسے انگریزی میں WIT کہتے ہیں۔ آج کے دور میں مشکور حسین یاد اُردو میں ذہانت بھری WIT نہایت بلیغ استعارہ ہیں۔'' (۸)

سید مشکور حسین یاد کی مزاح نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے کرنل محمد خاں رقم طراز ہیں:

> ''سید مشکور حسین یاد اُردو ادب کے سب سے زیادہ خوش مزاج قلم کار ہیں۔ جب دیکھو ہونٹوں پر ہنسی آئی ہوئی ہے اور بعینہٖ یہی مزاج ان کی کتابوں کا بھی ہے۔ ان کی کتاب پڑھتے ہوئے گمان گزرتا ہے کہ ابھی کوئی سطر قہقہہ مار کے جی اُٹھے گی۔'' (۹)

سید مشکور حسین یاد نے اُردو کی مزاح نگاری کی روایت سے بھی بھرپور استفادہ کیا اور اپنی خداداد صلاحیتوں کو بھی کام میں لائے اور اُردو کے مزاحیہ ادب میں بہت سے خوبصورت اضافے کیے۔ ان کے ہاں واقعاتی مزاح کی بے شمار جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ علاوہ ازیں وہ اپنی ذات کو بھی ایک مُضحک کردار بنا کر پیش کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنی ذات پر ہنسنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ وہ دوسروں پر طنز کے تیر نہیں چلاتے بلکہ اپنی ذات کو ہدف بنا کر مزاح پیدا کرتے ہیں جو یقیناً بڑے حوصلے کی بات ہے۔ یاد صاحب نے مزاح کو عموماً تعمیری اور اصلاحی مقاصد کے لیے استعمال کیا ہے اور اس کے ذریعے معاشرے میں پائی جانے والے کج رویوں اور مُضحک پہلوؤں کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح کی کوشش کی ہے۔ بیسویں صدی کے آخری تین عشروں میں اُردو کے مزاحیہ ادب کا جائزہ لیں تو اس دور میں ہمیں مشکور حسین یاد کا نام نمایاں نظر آتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، مضمون: عصری تقاضے اور طنزیہ ادب، مشمولہ: افکار، کراچی، جنوری ۱۹۷۶ء، ص: ۲۷

۲۔ نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب کے بعد، لاہور: اظہار سنز، س ن، ص: ۱۱۶

۳۔ حسن اختر ملک، ڈاکٹر، تاریخِ ادبِ اُردو، لاہور: ابلاغ، ۱۹۹۶ء، ص: ۵۸۰

۴۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص: ۶۷۷

۵۔ مشکور حسین یاد، پروفیسر، دشنام کے آئینے، مشمولہ: تماشا کہیں جسے، لاہور: کلاسیک، ۲۰۰۹ء، ص: ۴

۶۔ مشکور حسین یاد، پروفیسر، تماشا کہیں جسے، ص: ۳۸۱

۷۔ فوزیہ چودھری، ڈاکٹر، مشکور ظرافت، مشمولہ: متاع چہار سو ص ۲۶

۸۔ احمد ندیم قاسمی، مشمولہ: تماشا کہیں جسے، ص: ۳۷۶

۹۔ محمد خان، کرنل، مشمولہ: تماشا کہیں جسے، ص: ۳۷۶

☆......☆......☆